فَضْلُ الْخِطَابِ فِیْ فَضْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

فضائل عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب

(تصنیفِ لطیف)

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

www.faizahmedowaisi.com

پیش لفظ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ النَّبِیِّ الۡکَرِیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امابعد! یہ رسالہ ہفت روزہ "الہام" بہاولپور میں ۱۴۰۶ھ میں قسط وار شائع ہوا۔ اب کتابی صورت میں ہدیۂ ناظرین کرتاہوں۔ مولیٰ عزوجل اسے فقیر کے لئے زادراہِ آخرت اور عوام اہلسنّت کے لئے مشعل راہِ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بجاہِ حبیبہ سید المرسلین ﷺ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۷ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

عنداذان العصر

☆☆☆☆☆

مقدمہ

الحمد للّٰہ وحدہٗ ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

امابعد! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اہل اسلام پر بے شمار احسانات ہیں کہ حد و احصار میں نہیں آسکتے ، لیکن افسوس کہ احسان فراموش قوم بجائے ان کے شکریہ ادا کرنے کے ان کی کردار کشی میں مصروف ہوگئی اور بے سروپا(بغیر سر اور پیر کے) تاریخی واقعات سے (خود تو گمراہ ہیں) دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فقیر اپنی استطاعت پر چند مناقب و کمالات از احادیث صحاح اور روایات صحیحہ پیش کر کے ہدیۂ ناظرین کررہا ہے۔اپنے محسن کے حضور نذرانۂ عقیدت کی ادنیٰ پیش کش ہے ورنہ وہ محسن ہماری ایسی پیش کشوں کا محتاج نہیں۔ جب کہ اسے مراد سرورِ کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنی مراد بتایا۔ان کے لئے یہ مرتبہ کچھ کم ہے کہ

مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا چاہے اور مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عمر کو (رضی اللہ عنہ)۔

اس مختصر رسالہ کا نام ہے "فَصْلَ الْخِطَابِ فِیْ فَضْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"۔

وماتوفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

☆☆☆☆☆

تعارف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمر کنیت ابو حفص اور لقب فاروق یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا تھا۔ والد کا نام خطاب بن نفیل تھا، اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔ والد کی طرف سے نویں پشت میں حضور اکرم نور مجسم، محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے شجرہ نسب ایک ہو جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے ایک معزز خاندان بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔[1] ہجرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔[2] اسلام سے قبل مکہ میں گنتی کے چند ہی لوگ ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ نبوت کا چھٹا برس تھا کہ آپ آغوشِ اسلام کی زینت بنے۔[3] پہلے اسلام کے سنگین ترین دشمنوں میں سے تھے اس کے باوجود آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمنا تھی کہ عمر اسلام قبول کر لیں۔

آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا کی بدولت حلقہِ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق دو روایتیں ملتی ہیں، ایک یہ کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر راستے میں تھا۔ آپ جب ان کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے انہیں قرآن پڑھتے ہوئے سنا، آپ نے انہیں پیٹا۔ اور ان سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قرآنِ مجید۔ آپ نے کہا کہ مجھے بھی دکھاؤ۔ پھر انہوں نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں تو آپ کے دل سے تاریکی کے بادل چھٹ گئے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس کی تفصیل آتی ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ نصف شب کے قریب گھومتے پھرتے حرم میں پہنچے۔ کیا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خانہ کعبہ کے قریب تنہا کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی پاس کھڑے ہو گئے اور کان لگا کر قرأت سننے لگے۔ سکوتِ شب اور اللہ تعالیٰ کا کلام اور پھر زبانِ رسالت سے اس کی ادائیگی۔ دل کیسے موم نہ ہوتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے چل دیئے۔ مکان کے دروازے پر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا، اے عمر! کیسے آئے ہو؟ عرض کیا، اسلام لانے کے لئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ اس طرح یہ مردِ جری اسلام کی صفوں میں شامل ہو گیا اس عظیم شخصیت کے تابعِ اسلام ہونے کے ساتھ اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے اس سے قبل فرزندانِ توحید مشرکین کی نگاہوں سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بَرسَرِ عام (سب کے سامنے) حرم میں خدا (عزوجل) کی عبادت کریں گے۔ جس میں ہمت ہو ہمیں روک لے۔ مشرکین مزاحمَت (روک ٹوک) کو اُٹھے لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کے سامنے بڑھ نہ سکے۔

---

[1] (اسد الغابة. الباب فضائله رضی الله عنه، 137/4، الحديث: 5027، دار الكتب العلمية، سنة النشر: 1415ھ 1994م)

نوٹ: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ یوں آپ کی تاریخ ولادت ۵۸۳ عیسوی تقریباً ۴۰ سال قبل ہجرت ہے۔ (انعام)

[2] (الاصابة فی تمييز الصحابة. الباب عمر بن الخطاب رضی الله عنه، 484/4، دار الكتب العلمية بيروت: الطبعة: الأولى 1415ھ)

[3] (طبقات الكبرى، الباب اسلام عمر رضی الله عنه، 204/3، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1410ھ 1990م)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آج کے دن حق و باطل کا فرق بَرَملا (اعلانیہ) طور پر دکھا دیا۔اس خدمتِ جلیلہ کے عِوَض (انعام میں) بار گاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے "فاروق" کا لقب پایا۔[4]

یادرہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دار الارقم میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔

تعارف دارالارقم: یہ مقدس اور تاریخی گھر وہ تھا جس میں حضور خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اسلام کی دعوت وارشاد کے لئے اولین صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے گفتگو کرتے، کفارِ مکّہ نے ابتدائی ایام میں جب اسلامی عبادات کی سرِ عام اجازت دینے سے انکار کیا تھا اور عبادت کرنے والوں کو اَلَم ناک (غم ناک، رنجیدہ) تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا تھا، ان تلخ ایام میں دار الارقم ہی تھا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کفار کے شَر سے بچ کر عبادت کیا کرتے تھے۔اور یہی وہ تاریخی گھر تھا جس میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔اسی گھر کے دروازے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دستک دی تھی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مُہلِک (خطرناک) ہتھیار سے مُسلَّح (کمربستہ) دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی تھی کہ باہر عمر (رضی اللہ عنہ) آئے کھڑے ہیں اور تیور اچھے دکھائی نہیں دیتے۔جواب میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنے دو! اگر اچھے ارادے اور نیک نیتی کے ساتھ آئے ہیں تو خیر......ورنہ عمر (رضی اللہ عنہ) کی تلوار ہو گی اور انہی کی گردن۔

دروازہ کھولا گیا تو پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ کر دریافت کیا۔عمر (رضی اللہ عنہ)! کیسے آئے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اپنی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے قرآنِ مجید سن کر اور احکامِ خداوندی سے متاثر ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن شفقت میں پناہ لینے کا پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے اس لئے فوراً عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کلمہ پڑھایا تو چند حاضرین نے مکہ کی ایک معروف اور طاقت ور شخصیت کو مسلمانوں کی صف میں دیکھ کر فَرطِ مَسَرَّت (خوشی وانبساط کی فراوانی) سے پر جوش نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے، کہ مکّہ کے پہاڑ گونج اُٹھے تھے۔[5] دار الارقم میں اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں ہم حق پر ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا،

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا اسلام خدا (عزوجل) کا سچّا دین نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اسلام خدا (عزوجل) کا سچّا اور آخری دین ہے، اور میں آخری نبی ہوں۔

---

4) (تاريخ الخلفاء ، الباب الخليفة الثانى: عمر بن الخطاب رضى الله عنه، 93/1، مكتبة نزار مصطفى الباز: الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

5) (سيرة الحلبية، جلد 1، ص 465 الى 473، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة: الثانية 1427هـ/ طبقات الكبرى، جلد 3، ص 202 الى 205،)

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آج کے بعد خداوند قدوس کی عبادت دارالارقم میں چھپ کر نہیں کی جائے گی؟ اب سرِ عام خدا کی عبادت ہو گی۔[6]

کفارِ مکّہ میں سے اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہے یا وہ اپنی زندگی سے تنگ آچکا ہے تو بیشک ہمیں سرِ عام عبادت سے روکنے کی جسارت (ہمت) کرے، آج کے بعد خدا کی عبادت میں دخل اندازی کرنے والوں کے سر قلم کر دیئے جائیں گے۔

شوکتِ اسلام: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہمراہ جلوس کی شکل میں باہر نکلے تو ابو جہل اور اس کے دیگر ساتھیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہلِ اسلام کے ساتھ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ عمر تو ہمارے پاس سے اس بات کی قسم کھا کر گئے تھے کہ میں ابھی تمہارے پاس (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کا سر قلم کر کے لاتا ہوں۔ اور اب یہ شخص خود ان کے حضور سَرنِگوں (اوندھا) دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار کے اس ٹولے کو دیکھ کر دُور سے پکارا تھا خبر دار! تم میں سے اگر کسی شخص نے بھی اہلِ اسلام کی طرف نگاہِ بد اُٹھائی تو اسے نکال دیا جائے گا۔ انگلی کا اشارہ کیا تو اسے کاٹ دیا جائے گا، اسلام خدا تعالیٰ کا سچّا دین ہے۔ اب خدا کی عبادت سرِ عام ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی طاقت ور اور مکّہ کی عظیم شخصیت کو حلقہ بگوشِ اسلام دیکھ کر کفار کے دل دہل گئے۔ اور ان پر ایسا رُعب چھایا کہ مسلمان بلا جھجک شارِعِ عام (شریعت کے راستہ) پر خدا کی عبادت کرنے لگے۔

دارالارقم مسمار شد: غالباً اس کا وجود ۱۹۵۰ء تک قائم رہا۔ حکومتِ سعودیہ نے جب حرم کی تَوسیع (کشادگی) اور حجاج کرام کی تعداد میں روز افزوں اضافے کے پیشِ نظر منیٰ اور عرفات کو جانے والے راستوں کو کشادہ کرنے اور انہیں سہل گذار بنانے کا منصوبہ بنایا تھا تو یہ تاریخی گھر بھی اسی منصوبہ کی نذر ہو گیا۔ اربابِ حکومت اگر اسے بچانا چاہتے تو چنداں (کوئی) مشکل بات نہ تھی مگر چونکہ حکومتِ سعودیہ نظری و فکری اعتبار سے ایسے مقامات کو دینی اور شرعی اعتبار سے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتی۔ افسوس کہ سعودی ظالم حکومت نے ایسے تبرکات ضائع کئے جو صدیوں سے مسلمانوں کے ایمان کی تازگی کا موجب تھے۔ اس جرم کی سزا قیامت میں دِیدَنی (قابلِ دید) ہو گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

مختصر نقشہ حیاتِ عمر رضی اللّٰہ عنہ: اسلام لانے کے ایک عرصہ بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ بدر کے غزوہ میں آپ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رِکاب (ہمراہی) میں تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہود سے جتنے بھی معرکے (جنگیں) ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں شرکت کی۔ تبوک کی مہم کے لئے

---

[6] (تاريخ الخلفاء ، الباب الخليفة الثاني: عمر بن الخطاب رضي الله عنه، 93/1، مكتبة نزار مصطفى الباز: الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کو مالی ایثار کی دعوت دی تو آپ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ حاضر کر دیا۔[7] قرآن مجید کو ایک مُجَلَّد (جلد بندھی ہوئی کتاب کی) صورت میں لکھنے کی تجویز آپ رضی اللہ عنہ نے ہی پیش کی تھی۔[8]

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ بنے۔ آپ کے عہد میں اتنے علاقے فتح ہوئے کہ جن کی اوسط تین سو میل روزانہ ہوتی ہے یعنی اوسطاً تین سو میل روزانہ علاقہ فتح ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی اور یہ بھی بتادیا کہ ان کا مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اُمت میں سب سے زیادہ ہے۔ اور یہ کہ دنیا میں وزیر رہے[9] اور قبر میں ساتھ ہوں گے۔ اور حوضِ کوثر پر بھی ساتھ ہوں گے۔

فتحِ مکہ کے بعد آپ عمرہ کرنے تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا، "اے میرے بھائی اپنی دعامیں ہمیں بھی شریک کرنا اور ہمیں بھول نہ جانا"۔[10]

دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ ان کا نام سُن کر دہل جاتے تھے، مگر سادگی اس درجہ کی تھی کہ سادہ غذا ہوتی، لباس پر اکثر پیوند ہوتے۔ اور قلیل ترین وظیفہ پر گذارا کرتے تھے۔

آپ نے کئی جدید اصلاحات کیں۔ ڈاکخانہ کا محکمہ قائم کیا، فوج اور پولیس علیٰحدہ علیٰحدہ کردی، مدرسے قائم کئے، سرائیں تعمیر کرائیں، قاضی مقرر کئے، اسلامی سزائیں رائج کیں اور ان پر سختی سے عمل کرایا۔ حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو بھی نشہ کرنے پر سخت سزادی۔ غیر مسلموں پر پابندی لگائی کہ وہ مسلمانوں کا لباس نہ پہنیں۔ سرکاری منصب پر کسی کافر کو مقرر کرنے سے منع کر دیا۔ سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران جو دنیا کے بڑے بڑے ملک تھے ان پر حملہ کیا اور ان پر قبضہ کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال دس ماہ حکومت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب (تکلیفوں) میں سے ہے جس کی تلافی (بدل) نہ ہو سکی۔ ان کے دنیا سے رُخصت ہونے کے بعد مسلمانوں کا رعب بَتَدرِیج (آہستہ آہستہ) کم ہو گیا۔[11]

غیر مسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں میں ایک عمر (رضی اللہ عنہ) اور ہوتا تو تمام دنیا مسلمان ہو جاتی۔ اور روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہتا۔

---

[7] (سنن ابی داود، جلد، کتاب، باب فی الرخصة، 129/2، الحديث1678، المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[8] (سيرة الحلبية، وان شاركه فيها غيره، 484/3 دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الثانية 1427هـ)

[9] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الفصل الثانى، 1710/3، الحديث: 6065، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

[10] (مشكاة المصابيح، كتاب الدَّعْوَات، الفصل الثانى، 695/2، الحديث: 2248، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

[11] (تاريخ الخلفاء، الباب الخليفة الثانى: عمر بن الخطاب رضى الله عنه، 110/1، ،مكتبة نزار مصطفى الباز: الطبعة: الطبعة الأولى: 1425هـ2004م)

وفات: مجوسی ابولولوء نے نماز میں آپ کو شدید زخمی کر دیا، اور پھر آپ جانبر (ٹھیک) نہ ہو سکے۔ آپ ۲۷ ذی الحجہ کو چار شنبہ کے دن زخمی ہوئے اور پانچویں دن یکم محرم کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار مبارک کے قریب دفن کیا گیا۔ اس کی تفصیل آ ئیگی۔[12] (ان شاءاللہ تعالیٰ)

بارگاہِ حق کا مقبول فاروق اعظم رضی اللّٰہ عنہ: قرآنِ مجید میں بہت زیادہ آیات آپ کی رائے اقدس پر نازل ہوئیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حق تعالیٰ کے منظور نظر ہیں۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مقام ابراہیم اگر نماز کی جگہ ہوتی تو خوب تھا تو یہ آیت نازل ہوئی:[13]

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔ (البقرۃ:125)

(۲) امہات المؤمنین کے پردہ کے متعلق بارگاہِ نبوت میں عرض کیا تو آیتِ پردہ نازل ہوئی۔

(۳) جب ازواجِ مطہرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو غیرت دلانے پر اجتماع کیا تو میں نے یہ الفاظ کہے تھے: عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن۔[14]

تو اسی طرح قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔

(۴) عبداللہ ابن ابی جو منافقوں کا سردار تھا۔ تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خُلقِ نبوی کی بناپر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (غیرت اسلام کی وجہ سے) عرض کیا کہ کیا آپ منافقوں کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں؟ تو وحی نازل ہوئی، ولا تصل على أحد منهم۔[15]

اذان کا اجراء: نماز کے اعلان کے لئے جب ایک معین طریقہ کی تجویز پیش ہوئی تو لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کسی نے ناقُوس (گھنٹا) کا نام لیا۔ کسی نے دوسری تجویز پیش کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہ ایک آدمی مقرر کیا جائے جو نماز کی منادی (اعلان عام) کیا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا۔ وہی پہلا دن تھا کہ اذان کا طریقہ قائم ہوا۔[16]

---

[12] (العبر في خبر من غبر، باب سنة خمس وعشرين 20/1، دار الكتب العلمية بيروت)

[13] (تفسیر الرازی، سورۃ بقرۃ تحت آیت 125، 44/4، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة 1420 ھ)

[14] (صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب ما جاء في القبلة ومن لم ير الاعادة على من، 89/1، الحديث 402، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[15] (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب الكفن في القميص الذي يكف أو لا يكف، ومن كفن بغير قميص، 76/2، الحديث 1269، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[16] (صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب بدء الاذان، 124/1، الحديث 604، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

اسیرانِ بدر: اسیرانِ بدر کے معاملہ میں جب اختلاف ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی وحی اس کے موافق آئی۔[17]

ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ گھروں میں بلا اجازت داخلہ کو حرام قرار دے دے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَستأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰى أَهلِهَا۔ (النور:27) اے ایمان والو! بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں نہ داخل ہو۔[18] (سیوطی)

فائدہ: ان شواہد سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان وحی و سکینہ کی ترجمان تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جب بھی کوئی کلمہ آیا وہ عین حق و صواب (درست) تھا اور ان کی فکر اور رائے وحی کے موافق اور کلام الٰہی کے مطابق تھی۔

اس بحث کی تفصیل فقیر کی کتاب "قرآن کی زبان" میں ہے جو فقیر نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ منظوم عربی "قطف الثمر في موافقات عمر" کا ترجمہ مع شرح لکھی ہے۔

احادیث مبارکہ:

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

۱) لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب۔[19]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔[20] (ترمذی)

۲) پہلی اُمتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے، وإن يكن في أمتي منهم أحد فهو عمر۔

اب اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر بن خطاب ہیں۔ عرض کیا گیا کہ محدّث کسے کہتے ہیں؟ فرمایا تتكلم الملائكة على لسانه۔ اس کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں۔[21]

---

[17] (صحیح المسلم, كتاب الجهاد, باب الامداد۔ الخ. 1383/3, الحديث: 1763, دار إحياء التراث العربي بيروت)

[18] (ارشاد الساري، كتاب الصلاة، باب قوله لا تدخلوا. 301/7، تحت الحديث 7490، لمطبعة الكبرى الأميرية، مصر: الطبعة: السابعة، 1323 ھ)

[19] مرزائی در منثور للسیوطی سے دو حدیثیں بیان کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں لیکن "لا نبی بعدہ" نہ کہو۔ اس کے جواب کے لئے تو تفصیل چاہیے مختصر یہ کہ پہلے تو یہ دو روایتیں سند کے لحاظ سے غیر مستند ہیں انہیں عقائد کے اثبات کے لئے پیش کرنا حماقت ہے دوسری کہ ان دونوں روایتوں میں سائلین کے مُغالط کو دور کرنا مطلوب تھا، وہ یہ کہ ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر واپس نہیں آئیں گے، ان کے مغالطہ کو دور کیا گیا کہ نبوت تو ختم ہو گئی لیکن نبی آئے گا وہ بھی اُمتی بن کر نبوت کا مدّعی ہو کر نہ ظلی نہ عکسی نہ بروزی و عرفی۔ اویسی غفرلہٗ

[20] (سنن الترمذی، ابواب المناقب، الباب بَابٌ فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. 619/5، الحديث: 3686، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر: الطبعة: الثانية، 1395 ھ 1975 م)

[21] (الغرر فی فضائل عمر، خاتمة، 03/1)

(۳)إن الشيطان لم يلق عمر منذ أسلم إلا خر لوجهه۔ یقیناً عمر کے اسلام لانے کے بعد شیطان انہیں جہاں کہیں ملا منہ کے بل گرا۔ما في السماء ملك إلا وهو يوقر عمر ولا في الأرض شيطان إلا وهو يفرق من عمر۔[22]

آسمانوں میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں جو عمر کی عزت وتوقیر نہ کرتا ہو اور زمین میں کوئی ایسا شیطان نہیں جو عمر سے ڈرتا نہ ہو۔(صواعقِ محرقہ)

(۴)والذي نفسي بيده ما لقيك الشيطان سالكا فجا قط، إلا سلك فجا غير فجك۔[23]

قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر تو چل رہا ہے، وہ دوسرا راستہ اختیار کرلے گا۔

(۵) قبولِ اسلام کی غرض سے جب آپ دربارِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ فیض رساں سینے پر مار کر کہا، اللَّهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ ، وَأَبْدِلْهُ إِيمَانًا۔[24] یعنی اے اللہ ! اس کے سینے کی کُدُورَت(گندگی) نکال دے اور اسے ایمان سے بدل دے۔

دریں اثنا آسمان سے پیغام آیا، لقد استبشر أهل السماء بإسلام عمر "[25]آسمان والوں نے عمر کے اسلام سے خوشی منائی ہے۔"

(۶)ان اللّٰه وضع الحق على لسان عمر يقول به"[26]اللہ نے عمر کی زبان پر حق کو جاری فرمادیا ہے، جو کچھ کہتے ہیں، حق کہتے ہیں۔"

ازالۂ وہم: شیعہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں اس قسم کی فضیلت بیان کرتے ہیں وہ حق ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ صفت کسی دوسرے میں نہ ہو۔ ہم اس قسم کی خصوصیات کو حصرِ اضافی سے تعبیر کرتے ہیں بایں معنی کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے سے کم فضیلت والے حضرات سے اس صفتِ خاص میں ممتاز ہیں، باقی رہے وہ حضرات جو آپ سے افضل ہیں ان کی بات اور ہے۔

حق بردار فاروق رضی اللّٰہ عنہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے بعد حق عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوگا وہ جہاں بھی ہوئے۔[27]

(کنوزالحقائق)

22) (الصواعق المحرقه.الباب: الفصل الرابع في فضائله. جلد 1، ص 279الی 280. مؤسسة الرسالة–لبنان.الطبعة: الأولى، 1417ھ 1997م)

23) (صحيح البخاری.کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب.11/5، الحديث: 3683، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

24) (المعجم الكبير، الباب سالم عن ابن عمر .305/12، الحديث: 13191، دار إحياء التراث العربي الطبعة: الثانية، 1983م)

25) (سنن ابن ماجه.باب في فضائل أصحاب رسول الله ﷺ. الباب فضل عمر رضی الله عنه.38/1، الحديث: 103، دار إحياء الكتب العربية)

26) (سنن ابن ماجه.باب في فضائل أصحاب رسول الله ﷺ. الباب فضل عمر رضی الله عنه.40/1، الحديث: 108، دار إحياء الكتب العربية)

27) (كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق. حرف الصاد المهملة.356/1، الحديث: 4434، دار الكتب العلمية، 1996م)

(سنن ابن فضائل الخلفاء، فَضِيلَةٌ أُخْرَى لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، .39/1، الحديث: 11، دار البخاري، الطبعة: الأولى، 1417ھ 1997م)

دعائے رسول ﷺ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا مانگی، "اے اللہ اسلام کو ابو جہل یا عمر (بن خطاب) کے ذریعے سے غلبہ عنایت فرما۔[28] (کنوزالحقائق)

فائدہ: کیا ہی عظیم مرتبہ ہے کہ جملہ عالم کی مراد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور آپ کی مراد حضرت عمر ہیں۔(رضی اللہ عنہ)

جنت میں عظیم الشان محل: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میں ایک سنہری محل کے پاس تھا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے ؟ فرشتوں نے کہا یہ ایک قریشی نوجوان کا ہے۔ میں نے گمان کیا کہ وہ قریشی جوان میں ہی ہوں گا۔ پھر میں نے پوچھا وہ قریشی نوجوان کون ہے ؟ انہوں نے کہا کہ وہ عمر بن خطاب ہیں۔ سو اگر مجھے غیرتِ فاروقی کا علم نہ ہوتا تو میں ضرور اس محل میں داخل ہوتا۔[29] (جامع صغیر)

حق ھی حق: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و لسان پر حق رکھ دیا ہے۔[30] (مشکوٰۃ ص ۲۴۷)

نائبِ رسول ﷺ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہم) میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے۔[31]

(کنوز الحقائق)

رسول اللہ ﷺ کے رفیق: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس حال میں اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے کہ آپ کی ایک جانب ابو بکر تھے اور دوسری جانب عمر فاروق تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ اپنے دستان مبارک میں پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔[32] (مشکوٰۃ ج۲، ص ۲۴۷)

ترتیبِ خلافت: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ پاک میں کسی کو ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا نہ قرار دیتے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ جیسا کسی کو خیال نہ کرتے تھے، پھر عثمان رضی اللہ عنہ جیسا کسی کو نہ سمجھتے تھے۔ پھر ہم صحابہ کرام کو اس حال میں چھوڑتے تھے کہ اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دیتے تھے۔[33] (مشکوٰۃ ص ۲۲۴)

---

28) (فضائل الصحابة. باب فضائل امير المومنين عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. .249/1. الحديث: 311. دار الحرمين القاهرة)

29) (المعجم الاوسط. باب من اسمه:مقدام. .20/9. الحديث: 9005. مؤسسة الرسالة بيروت: الطبعة: الأولى. 1403 1983)

30) (مشكاة المصابيح. كتاب المناقب. الفصل الثاني. 1704/3. الحديث: 6042 . المكتب الإسلامي–بيروت. الطبعة: الثالثة. 1985)

31) (كنوز الحقائق من حديث خير الخلائق. حرف الهمزة. 13/1. الحديث: 84 . دار الكتب العلمية. 1996م)

(مشكاة المصابيح. كتاب المناقب. الفصل الاول. 1719/3. الحديث: 6087 . المكتب الإسلامي–بيروت. الطبعة: الثالثة. 1985)

32) (مشكاة المصابيح. كتاب المناقب. الفصل الثاني. 1709/3. الحديث: 6063 . المكتب الإسلامي–بيروت. الطبعة: الثالثة. 1985)

33) (مشكاة المصابيح. كتاب المناقب. الفصل الاول. 1698/3. الحديث: 6025 . المكتب الإسلامي–بيروت. الطبعة: الثالثة. 1985)

محدّث: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پہلی اُمتوں میں وہ لوگ ہوئے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ الہام فرماتا تھا۔ سوا گر کوئی میری امت میں ایسا ہے تو وہ عمر ہے[34]۔ (مشکوٰۃ شریف ، ج۲ص۲۴۵)

رسول اللہ ﷺ کے رفیقِ خاص: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں موجود تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس وقت دعا مانگتے تھے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وفات کے بعد چارپائی پر رکھے گئے تھے۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے کسی کو یہ کہتے سنا درآں حالیکہ اُس نے میرے کندھے پر اپنی کہنیاں رکھی ہوئی تھیں "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ کردے گا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بکثرت فرماتے ہوئے سنا کہ میں ابو بکر اور عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا، میں، ابو بکر اور عمر گئے، میں، ابو بکر و عمر داخل ہوئے، اور میں، ابو بکر و عمر نکلے۔" پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔[35] (مشکوٰۃ شریف)

سیرتِ عمر رضی اللّٰہ عنہ کی جھلکیاں: انسان کی رفعت شان سیرت سے ظاہر ہوتی ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پہلو ملاحظہ ہوں۔

خوفِ خدا: صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ کیوں ابو موسیٰ! تم اس پر راضی ہو کہ ہم لوگ جو اسلام لائے اور ہجرت اختیار کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہر جگہ موجود رہے، ان تمام باتوں کا صلہ ہمیں یہ ملے کہ برابر برابر پر چھوٹ جائیں، نہ ہمیں ثواب ملے، نہ عذاب۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میں تو اس پر ہرگز راضی نہ ہوں گا، ہمیں تو بہت سی اُمید ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے کہ میں تو صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ ہم بے مواخذہ چھوٹ جائیں۔[36]

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی محبوبوں کے لئے فرمایا ہے "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء"۔ علم والے بندے ہی اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت رکھتے ہیں۔

تواضع وانکسار کا پیکر: ایک دفعہ احنف بن قیس رؤسائے عرب کے ساتھ ان سے ملنے کو گئے۔ دیکھا تو دامن چڑھائے اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ احنف نے کہا یہ کیا؟ آپ نے فرمایا، "بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے، تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے، آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔" ایک شخص نے کہا، آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں کسی غلام کو حکم دیجئے۔ فرمایا، أيُّ عبدٍ هو أَعبَدُ منِّي۔ یعنی "مجھ سے بڑا غلام کون ہو سکتا ہے"[37]

---

[34] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الفصل الاول، 1702/3، الحديث: 6035، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

[35] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الفصل الاول، 1708/3، الحديث: 6057، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985)

[36] (صحيح البخاري، كتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، 63/5، الحديث 3915، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

[37] (مسند الفاروق ت امام، كتاب الزكاة، 370/1، الحديث: 230، ار الفلاح، الفيوم–مصر، الطبعة: الأولى، 1430 ھ 2009 م)

فائدہ: سچ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے " مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً "[38] جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے درجات بلند کرتا ہے۔

غرور کا علاج: ایک مرتبہ خطبہ میں کہا "صاحبو! ایک زمانے میں میں اس قدر نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کر لادیا کرتا تھا، اس کے صِلے میں وہ مجھ کو چھوہارے دیتے تھے، وہی کھا کر بسر کرتا تھا۔"

یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ منبر پر کہنے کی کون سی بات تھی، فرمایا کہ میری طبیعت میں ذرا غرور آگیا تھا، یہ اس کی دوا تھی۔

فائدہ: اتنا بڑا خلیفہ کہ جس کا نام سن کر دشمن کا کلیجہ منہ میں آئے لیکن معمولی سی خیالی بات پر خود کو بھرے مجمعے میں سَرزَنِش (ملامت کرنا) کوئی معمولی بات ہے۔

ڈاک کا انتظام: آپ کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں میں جاتے اور عورتوں سے کہتے کہ بازار سے کچھ منگوانا ہو تو میں لادوں۔ وہ اپنی کنیزیں ساتھ کردیتیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چیزیں خرید کر ان کے حوالے کردیتے، مجاہدین کے خطوط خود گھر گھر جا کر تقسیم کرتے۔ جس گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہوتا تو ان کی چوکھٹ پر بیٹھ کر خط کا جواب لکھ دیتے۔[39]

فائدہ: ایسا شہنشاہ کہ جسے بڑے سے بڑے شہنشاہ خراج ادا کریں لیکن کارنامہ ایسا کہ جس سے معمولی شخصیت بھی گھبرا جائے۔

اصلاح معاشرہ: تاریخ شاہد ہے کہ معاشرہ کی اصلاح جو زمانۂ فاروقی میں ہوئی اس کی نظیر ملنا مشکل ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کی اصلاح عملی تھی کیونکہ تجربہ گواہ ہے کہ یہ کام سرزنش اور فہمائش سے نہیں ہوسکتے۔ افہام و تفہیم اور غمخواری و دلسوزی سے ہوسکتے ہیں اور دوسروں سے کچھ کہنے سے پہلے خود نمونہ بننے سے۔ اس بطلِ جلیل (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) جو قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کا وارث تھا، ان امور کا بھی خیال رہتا تھا اور وہ معاشرہ کی اصلاح کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

ا) ایک عورت اپنے خاوند کو آپ کے پاس لائی۔ وہ بڑا میلا کچیلا، پراگندہ مو اور ژولیدہ (اُلجھا ہوا) حال تھا۔ اس نے آپ سے کہا کہ نہ میں اس شوہر کے قابل ہوں نہ یہ میرے قابل۔ مجھے اس سے آزادی (طلاق) دلادیجئے۔ آپ نے پہلی نظر میں محسوس کرلیا کہ وہ عورت کس بات سے کراہت کررہی ہے۔ اسے تو آپ نے گھر بھیج دیا اور اپنے آدمی سے کہا کہ اس شخص کو حمام کراؤ۔ اس کے ناخن ترشواؤ۔ بال کٹواؤ، صاف ستھرے کپڑے پہناؤ اور میرے پاس لے آؤ۔ وہ جب اس نئی ہیئت (آدم جون) میں آیا تو آپ نے اس کی بیوی کو بلا بھیجا۔ اس نے پہلے اپنے شوہر کو دیکھا۔ پھر آپ کی طرف نگاہ اٹھائی اور ایک خفیف سی ہنسی اس کی آنکھوں میں آگئی۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ، ہنسی خوشی رہو، اور اس کے شوہر سے کہا کہ یاد رکھو! اگر تم نے پھر ایسی صورت بنالی تو تمہیں عمر کا دُرّہ سیدھا کردے گا۔

---

38) (مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، 250/18، الحدیث: 11723 ، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 ھ 2001 م)

39) (فیضانِ فاروقِ اعظم، 115/2، مکتبۃ المدینہ، المطبوعۃ الاولیٰ 2014م)

فائدہ: اکثر کہا کرتے تھے کہ "قبیح صورت اور کمینہ خصلت(ذمیم) مردوں سے اپنی عورتوں کی شادیاں نہ کیا کرو۔ یاد رکھو! جو کچھ تم اپنی بیوی کے سلسلے میں پسند کرتے ہو وہی کچھ عورتیں اپنے خاوندوں کے سلسلے میں پسند کرتی ہیں۔

لوگوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ "جب تمہاری اولاد بالغ ہو جائے تو ان کا نکاح کر دیا کرو۔ خود خواہ مخواہ ان کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادو۔"

عربوں کے ہاں نکاح کے رشتے کے لئے سب سے پہلے حسب نسب دیکھا جاتا تھا۔ وہ اس باب میں بڑے مُتَشَدِّد(سختی یا شدت اختیار کرنے والے) واقعہ ہوئے تھے لیکن اسلام نسلی امتیاز کے بت کو توڑنے کے لئے آیا تھا۔ اس لئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ "مرد کا حسب، اس کا دین ہے۔ نسب اس کی عقل......اور مردانگی اس کا حسن خلق ہے۔"

۲) ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص شارع عام پر ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ غصّہ آگیا، گئے اور ایک ایک بید رسید کر دیا۔ اس نے کہا، امیر المؤمنین! یہ میری بیوی ہے۔ فرمایا، تیری بیوی ہے تو سرِ بازار اس سے باتیں کیوں کر رہا ہے۔ خواہ مخواہ مسلمانوں کو غیبت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس نے کہا "امیر المومنین! ہم نَو وارِد(مسافر) ہیں، ابھی ابھی شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ باہم مشورہ کر رہے ہیں کہ ہم کہاں ٹھہریں۔ یہ بات بہر حال اسی جگہ کھڑے ہو کر کی جا سکتی تھی۔ یہ سن کر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہی بید اس کے ہاتھ میں دیا کہ اے بندۂ خدا! اپنا بدلہ لے لے۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین! یہ بید(درہ) آپ کا ہے آپ ہی اپنے ہاتھ میں رکھئے۔" اس کے جواب میں آپ نے فرمایا، کہ سنو! میرے بھائی! یہ دُرّہ نہ میرا ہے نہ تمہارا، یہ اللہ کا دُرّہ ہے۔

۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خادم حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں بازار کی طرف گیا راستہ میں ایک عورت ملی اس نے کہا، اے امیر المومنین! میرے شوہر ہلاک ہو گئے ہیں اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے بعد چھوڑے ہیں، ان کے لئے کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ میرے باپ خفاف بن ایماء غفاری ہیں، اس نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ پھر ایک اونٹ لائے اور اس پر دو بوریاں سامانِ خوراک لادا، اور ان دونوں کے درمیان کپڑے اور خرچ کے لئے کچھ روپیہ رکھا پھر اسکے ہاتھ میں اونٹ کی باگ دے دی اور کہا اسے لیجاؤ یہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ اللہ تمہارے پاس اور پہنچائے گا۔ ایک شخص یہ منظر دیکھ رہا تھا اُسے اتنی زیادہ فَیّاضی (دریادلی) پر تعجب ہوا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اسے بہت دے دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم اس عورت کے باپ اور بھائی کے کارنامے میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ایک قلعہ کا انہوں نے طویل زمانہ تک محاصرہ کیا اور بالآخر اسے فتح کر لیا جس کے ثَمرات(نتیجہ) سے ہم فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کارنامہ آج بھی میرے حافظہ میں ایسا تازہ ہے کہ گویا میں اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔[40]

---

40) (صحيح البخاري. كتاب المغازي. باب غزوة الحديبية.124/5.الحديث4160.دار طوق النجاة.الطبعة: الأولى. 1422هـ)

۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت گذاری اور رعایا پروری کا یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے ان کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ایک اور موقعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے پھر ایک گھر میں داخل ہوئے اس کے بعد دوسرے گھر میں گئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اتفاق سے یہ نقل و حرکت دیکھ لی انہیں فکر ہوئی کہ امیر المؤمنین رات کو اس گھر میں گئے تھے، صبح ہوئی تو اس مکان پر گئے تا کہ حالات کا پتہ چلائیں لیکن وہاں پہونچ کر انہیں معلوم ہوا کہ ایک لنجی اپاہج بوڑھی عورت وہاں رہتی ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ صاحب تمہارے پاس کس غرض سے آتے ہیں۔اس نے جواب دیا کہ زمانہ دراز سے یہ میری خبر گیری کرتے ہیں ان کا معمول ہے کہ میرے پاس میری ضروریات کی فکر لیتے ہیں، میرے یہاں سے تکلیف دہ چیزوں کو باہر پھینکتے ہیں اور میرے کام کاج انجام دیتے ہیں۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسلمین کی خادمِ مسلمانان اور ان کے جذبہ خدمت کو سنا تو سناٹے میں آ گئے۔[41]

۵) تاجروں کے قافلے آتے ان کی نگہبانی اور حفاظت کا پورا انتظام کرتے۔ایک مرتبہ سوداگروں کا ایک گروہ آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو بذاتِ خود ان کی پاسبانی کا ارادہ کیا۔حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آؤ آج رات ان لوگوں کی حفاظت کریں۔چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ہم دونوں رات بھر چوکیداری کے فرائض انجام دیتے رہے۔درمیان میں نماز بھی پڑھتے جاتے تھے۔رات کے دوران میں نے ایک بچے کے رونے کی آواز آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اس کی ماں سے کہا برائے خدا اپنے بچے کی طرف توجہ کر، لیکن تھوڑی دیر کے بعد بچہ پھر رویا اس کی آواز سن کر آپ اس کی ماں کے پاس پھر گئے اور اسے اسی طرح نصیحت کی، رات کے آخر حصّہ میں بچہ پھر رویا، آپ حسب سابق اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے ملامت کرنے لگے کہ تو بڑی بُری ماں ہے بچہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتی اس نے ساری رات قرار نہیں پکڑا۔عورت نے بگڑ کر کہا، اے خدا کے بندے تونے مجھے رات بھر پریشان کیا میں اس بچہ کا دودھ چھوڑانا چاہتی ہوں یہ بچہ چھوڑنا نہیں چاہتا اور ضد کرتا ہے۔آپ نے پوچھا آخر تجھے دودھ چھوڑانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے۔اس عورت نے کہا وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دودھ چھٹنے ہی کے بعد بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔آپ نے پوچھا اس بچے کی عمر کیا ہے ؟اس نے کہا ابھی چند ماہ کا ہوا ہے۔آپ نے فرمایا ہائے افسوس ! جلدی نہ کر ! !اس کے بعد آپ نے فجر کی نماز پڑھی ۔اس واقعہ کا طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ دورانِ نماز میں اتنا گریہ طاری ہوا اور اس قدر روتے رہے کہ لوگوں کو صاف طریقہ سے ان کی قرأت کا پتہ نہ چل سکا۔جب سلام پھیرا تو فرمایا ہائے افسوس عمر کے لئے ! معلوم نہیں اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے قتل کرائے۔اس کے بعد آپ نے منادی کو بلا کر حکم دیا کہ اس بات کا اعلان کر دے کہ اپنے بچوں کے دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کریں میں پیدا ہوتے ہی ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔یہی اعلان ساری اسلامی حکومت میں کرا دیا۔[42]

۶) آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال بہت سخت قحط پڑا لوگ فقر و فاقہ کی شدید مصیبت میں مبتلا تھے اس وقت آپ کی پریشانی حد سے بڑھ گئی جہاں تک دور دور ملکوں میں غلّہ دستیاب ہو سکا منگایا اور لوگوں کے درمیان تقسیم کیا، مصر سے غلّہ کی بہت بڑی مقدار منگوائی اور حاجت مندوں تک پہونچائی لیکن اس

---

41) (حلیۃ الاولیاء، باب عمر بن الخطاب، 47/1، دار دار الکتاب العربي بیروت)

42) (جامع الاحادیث، مسند عمر بن الخطاب، 19/28، الحدیث 30605)

انتظام کے بعد بھی طبیعت کو چین نہیں تھا۔ پریشان ہو ہو کر دعائیں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ "یااللہ اگر میں اپنی کسی غلطی کی وجہ سے مستحقِ سَرزَنِش (ملامت) ہوں تو میری وجہ سے اپنی مخلوق کو وبال میں نہ مبتلا کر"، دوسرے لوگوں سے دعائیں منگواتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دعائیں مانگتے، اس زمانہ میں آپ نے عہد کر رکھا تھا کہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھائیں گے نہ کوئی اچھا کھانا کھائیں گے۔ (43)

فضائل عمر رضی اللہ عنہ از کتب شیعہ: ذیل میں چند فضائل وواقعات مستند کتب شیعہ سے عرض کر رہا ہوں۔

۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق مّلا باقر مجلسی شیعی نے بحار الانوار، جلد ۱۴ کتاب الشماء والعالم میں مسعود عیّاشی سے یوں روایت کی ہے:

روی العیاشی عن الباقر علیه السلام ان رسول اللّٰه قال اللهم أعز الدين بعمر بن الخطاب ! أو بأبي جهل بن هشام (44)

ترجمہ: مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا فرمائی،

اے خدا! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش۔ سو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا مستجاب ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی کیفیت صاحبِ حملۂ حیدری یوں لکھتا ہے:

چناں بد که بو جہل ازاں سرزنش ** بکیفیتِ شد عداوت منش

که جز قتل پیغمبر ذو الجلال ** نبودش دگر ہیچ فکر و خیال

یکے روزی گفت با اشقیا ** که آرد کسے گر سر مصطفی

ہزار اشتراز خود به بخشم باد ** دو کوہاں سیه دیده و سرخ مو

زدیبای مصری و برد یمن ** دگر سیم و زر بخشش چند من

عمر چوں شیند آں سخن گفتنش ** بجنبید عرق طمع در تنش

بادگفت سوگند اگرمی غوری** که از گفته خویشتن نه گزری

من امروز خدمت رسانم بجا** بیارم به پیشت سر مصطفی

گرفت از ابو جہل اول قسم ** پس انگاه زد درره کیں قدم

بآنکار چوں رفت بیروں عمر** یکی گفت با او نداری خبر

که ہمشیره ات نیز با جفت خویش ** گرفت است دینِ محمدبه پیش

43) (البداية والنهاية، باب ثم دخلت سنة ثمانية عشر، جلد 7 ص 90 الی 92، دار الفكر، عام النشر: 1407 هـ 1986 م)

44) (بحار الأنوار، 234/30، مؤسسة الوفاء)

برآشفت ابا حفص ازیں گفتگو ** بگفتا بریزم کنون خون او

سوی خانۂ خواہر خویش رفت ** چوں آمد بنزدیک درپیش رفت

بیامد به پیش درو ایستاد ** صداۓ شیندو بآں گوش داد

شیند آنکه میخو اند مرد نکو ** کلامے که نشنیده بد مثل او

عمرزد درو خواہرش بازکرد ** چوں آمد درون شورآغازکرد

در افتاد باجفت خواہر بجنگ ** گرفتش زحلق و بیفشرد تنگ

گلویش به تنگی فشرد آنچناں ** که نزدیک شد تا شود قبض جاں

بیامد دواں خواہرش نوحه گر ** ب به گفتش چه خواہی زما ای عمر

اگر شاد گردی زما درملول ** نمودیم دین محمد قبول

کنوں گرکشی سربداریم پیش ** ولے برنگردیم ازدین خویش

چوں بشنید ازو ایں حکایت عمر ** بدانست کوبرنگردد دگر

بگفتش چه دیدی تو ازمصطفی ** که گشتی بد بنش چنیں مبتلا

بگفتی کلام خداۓ جلیل ** که آرد باو حضرت جبرئیل

شنیدیم گردید برما یقیں ** که ہست ایں کلام جہاں آفریں

عمرگفت ازاں قول معجزاساس ** اگریاد داری بخواں بے ہراس

بروخواہرش آیه چند خو اند ** عمرگوش چوں کرد حیراں بماند

دلش زاں شنیدن بسے نرم شد ** بسوداۓ اسلام سرگرم شد

وزاں پس بگشتند باہم رواں ** بنزد رسول خداۓ جہاں

بدولت سراۓ پیمبرشدند ** چو دربسته بد حلقه بردرزدند

یکی آمد ووید ازپشت در ** که استاده باتیغ بردرعمر

بنزد نبی رفت و احوال گفت ** بماندند اصحاب اندرشگفت

چنیں گفت پس عم خیرالبشر ** که غم نیست بروی کشائید در

گر ازراه صدق آمده مرحبا ** وگرباشد اورا بخاطردغا

یہ تیغے که دارد حمائل عمر ** تنش را سبکبارسازم زسر

چو درباز کردند برروئے او ** درآمد عمر بالب عذرگو

گرفتش به برسرورانبیاء ** نشاندش بجائیکه بودش سزا

بگفتند اصحاب ہم تہنیت ** وزاں بیشتریافت دیں تقویت

پس اصحاب دیں را شد ایں مدعا ** که ازخدمت سرورانبیاء [45]

ترجمہ:

ایساہوا کہ ابو جہل حضرت رسول کی تنبیہ کرنے سے آپ کا سخت دشمن ہو گیا کہ بغیر قتل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسے کچھ نہ سُوجھتا تھا۔

☆ایک روز کفّار سے کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کا سر کاٹ لائے میں اس کو ہزار اونٹ ایسے انعام دوں گا جو دو کوہان رکھتے ہیں اور سُرخ رنگ کے ہوں۔

☆مصری ریشمی شال اور یمنی چادر کے علاوہ بہت ہی سونا دوں گا۔

☆عمر نے جب اس کی یہ بات سنی اور سیم وزر کی حرص نے جوش مارا ابو جہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور اپنی بات پر قائم رہے۔

☆میں آج یہ خدمت بجالاتا ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر کاٹ لاتا ہوں ابو جہل سے پہلے قسم لی۔

☆پھر اس بات پر آمادہ ہوئے۔

☆جب اس کام کے لئے روانہ ہوئے کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں ہے کہ تیری ہمشیرہ مع اپنے شوہر کے دین محمد میں داخل ہو چکی ہے۔

☆حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے خفا ہوئے اور کہا ابھی اس کو قتل کرتا ہوں۔

☆اپنی ہمشیرہ کے گھر کو روانہ ہوئے اور گھر کے نزدیک پہنچ گئے جب دروازہ پر کھڑے ہوئے تو آواز آرہی تھی جسے سُننے لگے سنا کہ ان کا بہنوئی ایک کلام پڑھ رہا تھا جس کی مثل آپ نے نہیں سنی تھی۔

☆حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دستک دی ہمشیرہ نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر اپنے بہنوئی سے لڑنے لگے اور اُسے گلے سے پکڑ لیا اور ان اس کا گلا گھونٹا کہ جان نکلنے لگی۔

☆ہمشیرہ چِلاتی ہوئی دوڑ کر آئی اور کہا اے عمر! ہم سے کیا چاہتا ہے؟ خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دینِ محمدی قبول کر لیا ہے۔

---

[45] (حملہ حیدری، در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطاب، ص22تا23، باہتمام علی مددداروغہ، مطبع سلطانی در کارخانہ علی بخش)

☆اب اگرچہ ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچّا دین نہیں چھوڑیں گے۔

☆جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی معلوم کیا اب یہ پھرنے کے نہیں کہا تم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کیا کچھ دیکھا ہے کہ اُس کے دین پر مبتلا ہوئے۔

☆ہمشیرہ نے کہا خدا کا کلام سنا ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس لائے ہیں۔

☆ہم نے یہ کلام سُنا ہے اور ہمیں یقین ہوا ہے کہ بیشک یہ خدا کا کلام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ کلام معجز نظام اگر کچھ یاد ہو تو بے خطر پڑھو۔

☆ہمشیرہ نے چند آیتیں پڑھیں جن کو سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیات سُن کر موم ہو گئے اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہوئے ازاں بعد سب مل کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں چل پڑے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئے دروازہ بند دیکھ کر کھڑے ہوئے۔

☆ایک مسلمان آیا اور اس نے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لئے کھڑے ہیں۔

☆نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر حال بتایا اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس بات سے متعجب ہوئے، پس رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا بزرگوار نے فرمایا کچھ ڈر نہیں دروازہ کھول دو، اگر صدق ارادت سے آیا ہے تو مبارک اور اگر دل میں کچھ اور خیال ہے اسی تلوار سے جو کمر میں باندھے ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔

☆جب دروازہ کھولا حضرت عمر رضی اللہ عنہ معذرت کرتے ہوئے قدم بوس ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بَغَل گیر (گلے ملے، ہم آغوش) ہوئے اور ان کو عزت سے بٹھایا۔

☆تمام اصحاب نے مبارک باد کہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے دین کو مزید قوت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اصحاب نے کہا کہ اب تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کر کے اب حرم شریف میں ہم اعلانیہ جا کر نماز باجماعت گزاریں۔ جب یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گوش گزار ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے منظور فرمایا۔

اس روایاتِ بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں:

(۱) آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی استجابتِ دُعا کا نتیجہ ہے اور ناممکن ہے کہ جس سینہ میں نُورِ اسلام حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاص توجہ و دُعا سے داخل ہوا ہو پھر اُس میں ظُلمت کُفر و نفاق داخل ہو سکے۔

(۲) اسلامِ عمر رضی اللہ عنہ کسی دُنیوی لالچ یا طمع سے نہیں بلکہ صداقتِ اسلام دیکھنے اور کلامِ الٰہی کی قوتِ اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مُدّت صحبتِ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کرنے اور تعلیم و تربیت پانے کے بعد پھر تاریکیٔ ضلالت و کُفر عود کریں گے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے گرم جوشی سے کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغلگیر ہو کر جو برکات پہنچائیں اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی خاص حصّہ تھا۔

(۴) یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکتِ اسلام دوبالا ہو گئی اور بجائے خُفیہ عبادت کے خُدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور کفار ناہنجار (بدذات) کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خُوب کہا ہے۔

جس روز آپ داخلِ دینِ مبین ہوئے	کعبہ میں جمع بہر نماز اہلِ دیں ہوئے
آہستہ سے اذاں جو کہی خشمگیں ہوئے	فرمایا کیا مشرفِ دیں ہم نہیں ہوئے
نامِ خدا و نامِ نبی (ﷺ) لو پکار کر	اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

۲) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ ص ۲۱۶ میں اسلام عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ "عرض کرد یارسول اللہ ﷺ از بہراں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم۔ وکلمہ توحید برزبانِ رانم۔ پیغمبرا از اسلام عمر چناں شاد شد کہ ببانگ بلند تکبیر گُفت وتکبیرآں حضرت را اصحاب شنید ند وہمہ بہ یک بار تکبیر گُفتند وباستقبال عمر بیرون آمد ند۔ وآنگاہ عمر گفت یارسول اللہ ﷺ کا فران لات وعزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا با ید خدائے را پنہانی پرسش کرد۔ پس آہنگ کعبہ کردند۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں۔ یہ کہہ کر کلمۂ توحید پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی۔ آپ کی تکبیر اصحاب نے سُنی اور سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استقبال کو باہر نکلے۔ اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کافر تو لات وعزیٰ کی پرستش ظاہر ہو کر کریں۔ ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چُھپ کر کریں؟ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی تو مصنّف کتاب مذکور لکھتا ہے کہ سب لوگ کعبہ کو اس شان سے چلے کہ:

"عمر از جانبِ پیغمبر و ابوبکر از طرف دیگر وعلی از پیش واصحا ب ازونبال رواں شدند وعمر باشمشیر خویش از پیش جملہ ہمی رفت و ازاں سوئے کفارقریشیاں چناں می پندا شتند کہ عمررسول خدائے را آسیب خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش رسول خدا باشمشیر حمائل کردہ می آید۔ گفتند ہاں عمر برچہ گونہ گفت ،یارسول خدا ﷺ! ایمان آوردم و اگر کسے از شمابنا لائقِ جنبش کندبا ہمیں تیغش کیفرکنم و ایں شعر گفتہ۔

مالی اراکم کلکم قیاما**الکھل والشبان والغلاما

قد بعث الله لنا اماما**محمد اقد شرع الاسلاما

حقا وقديکسر الا صناما**نذب عنه الخال والا عماما

پس کافران از عجز درخشم شدند وآہنگ کردند وعمر نیز به پشتو انی علیٰ السّلام باایشاں درآویخته آں جماعت از کعبه بکنار کردرسول خدا ﷺدورکعت نماز بگذاشت وباز بخانه شد۔ واسلام عمر رابد یگر گونه رو ایت کرده اند ہمانا ایں قصّه مختار افتاد۔ وبالجمله بعد از اسلام بدرخانه ابوجہل رفت ودربکوفت و ابوجہل چوں بانگ ازاں بشنیدبیامدوربکشود۔ وگفت مرحباواہلاً از چه حاجت مر ایاد کردی وبد ینجاشدی۔ گفت آمدم تاترا آگہی وہم که ایمان بخدائے رسول ﷺ آوردم ابوجہل درحشم شد دربروئے بست وگفت قبحک الله وقبحما جئتبه ۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں تھے اورابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے پہلو میں اور علی رضی اللہ عنہ سامنے اور دیگر اصحاب پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لئے سب سے آگے چلے۔ادھر کفار قریش منتظر تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذادیں گے۔ناگاہ اُنہوں نے دیکھا کہ وہ تو رسولِ خدا کی اَردَل (اقتدا) میں تلوار حمَائل (گردن میں لٹکائے ہوئے) کئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔سب نے کہاہاں عمر (رضی اللہ عنہ) ! تمہاری کیاحالت ہے ؟اُنہوں نے کہامیں رسول خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایمان لایاہوں اوراگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرا بھی کچھ بیجا حرکت کرے گاتو اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عربی شعر پڑھے۔

ترجمہ: کیاوجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہوادیکھتاہوں ،بوڑھوں ،جوانوں اور بچوں کو بھی۔بالتحقیق خدانے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیاہے۔جس کا اِسم گرامی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔جس نے سچادین ہمارے لئے جاری کیاہے۔وہ بتوں کو توڑدیں گے اور ہم اُن سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹادیں گے۔"پس کافر غضب ناک ہوئے اورانہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کاارادہ کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بامداد علی رضی اللہ عنہ ان سے مقابلہ کرکے ان کو کعبہ سے دُور ہٹادیا۔اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نمازادا کی اور پھر گھر واپس چلے گئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بیان کیاہے۔مگر صحیح یہی روایت ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے۔دروازہ کھٹکھٹایا،ابوجہل نے دروازہ کھولااور آؤ بھگت کرکے کہاکہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیااور کس طرح تشریف لائے؟آپ نے کہاکہ تجھے بتانے آیاہوں کہ میں خدااور اس کے رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ایمان لے آیاہوں۔ابوجہل کو بہت غصّہ آیااور دروازہ بند کرلیااور کہنے لگا۔خدا تمہارابُراکرے اور جو خبر تم لائے ہواس کو بھی بُراکرے۔"اب جائے غور ہے کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حسنِ عقیدت کا یہ حال ہو گیاتھاکہ دینِ حق کے پاس میں کفار سے دُوبَدُو (مقابل) ہوگئے اور اُن کو للکاراکہ اگرذرہ برابر بھی رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ والا میں بے ادبی سے پیش آؤگے تو میری تلوار ہے اور تمہاراسر۔پھر کس بہادری سے ابوجہل جیسے خطرناک دشمنِ دین کے گھر تن تنہا جاکر اپنے اسلام کااعلان کیا۔کیاایسی جرأت کوئی شخص کرسکتاہے ؟پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جن کو علوم اوّلین وآخرین سب معلوم تھے،اسلام عمر رضی اللہ عنہ پراس قدر خوشی کیوں مناتے۔اگر معلوم تھاکہ بالآخر اُس نے اسلام سے پھر جاناہے اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔

۳) نہج البلاغت ص ۱۸۷ میں ہے:

ومن كلام له (عليه السلام) وقد شاوره عمر بن الخطاب في الخروج إلى غزو الروم:

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِأَهلِ هَذا الدِّينِ بِإِعزَازِ الحَوزَةِ، وَسَترِ العَورَةِ، وَالَّذِي نَصَرَهُم وَهُم قَلِيلٌ لاَيَنتَصِرُونَ، وَمَنَعَهُم وَهُم قَلِيلٌ لاَيَمتَنِعُونَ، حَيٌّ لاَيَمُوتُ.

إِنَّكَ مَتَى تَسِر إِلَى هذَا العَدُوِّ بِنَفسِكَ، فَتَلقَهُم بِشَخصِكَ فَتُنكَب، لاَتَكُن لِلمُسلِمِينَ كَانِفَةٌ دُونَ أَقصَى بِلاَدِهِم، وَلَيسَ بَعدَكَ مَرجِعٌ يَرجِعُونَ إِلَيهِ، فَابعَث إِلَيهِم رَجُلاً مِحرَباً، وَاحفِز مَعَهُ أَهلَ البَلاَءِ وَالنَّصِيحَةِ، فَإِن أَظهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَاتُحِبُّ، وَإِن تَكُنِ الأُخرَى، كُنتَ رِدءاً لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلمُسلِمِينَ. [46]

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے رُوم پر چڑھائی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ نواحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے جب اُن کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے روکا ہے جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوندِ عالم حی لا یموت ہے۔ اب اگر تو خود دُشمن کی طرف کُوچ کرے اور تکلیف اُٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اُس شخص کو بھیج جو کار آزمودہ ہو۔ اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر و جو جنگ کی سختیوں کے مُتَحمِّل (برداشت کرنے والے) ہوں اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا تب تو وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے۔ (نیرنگِ فصاحت، ص ۱۹) [47]

ہم نے جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتب "نیرنگِ فصاحت" سے لیا ہے تاکہ ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

فوائد: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے حسبِ ذیل اُمور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا کہ ہر ایک معاملہ میں اُن سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہر گز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

---

[46] (نهج البلاغة، خطب الإمام علي (ع)، 2/18، رقم: 134، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

[47] (نیرنگِ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغہ)

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا ملجاؤ ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمۂ اسلام تصور فرماتے تھے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا کہ اس مہم میں بذاتِ خود معرکۂ کارزار میں جائیں۔ اگر خدا نخواستہ باہمی کدورت ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیر خواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ اُن کی تو یہ خواہش ہونی چاہیے تھی کہ یہ خود وہاں جائیں ان کا وہاں کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدانِ جنگ میں نہ جائیں بلکہ کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیج دیں، اس کا بَیّن (واضح) ثبوت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابی کو کامیابیٔ اسلام تصور کرتے تھے اس لئے ان کو تسلّی دی کہ اِیزدِ مُتعال (خدائے تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام) تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے کلام سے یار (محبوب) لوگوں کی اس گھڑت (تکلّف) کی بھی تَردِید (دلیل) ہوتی ہے کہ مسلمان بعد وفات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گِنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی ورنہ شکست۔

(۴) نہج البلاغت ص۱۹۷ میں دُوسرا خطبہ جناب امیر رضی اللہ عنہ:

ومن كلام له عليه السلام وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِينُ اللهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللهِ وَاللهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَداً وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ بِالِاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْباً وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا تَدَعُ وَرَاءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ غَداً يَقُولُوا هَذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرَحْتُمْ فَيَكُونُ ذَلِكَ أَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيكَ فَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيرِ الْقَوْمِ إِلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ هُوَ أَكْرَهُ لِمَسِيرِهِمْ مِنْكَ وَهُوَ أَقْدَرُ عَلَى تَغْيِيرِ مَا يَكْرَهُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَإِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيمَا مَضَى بِالْكَثْرَةِ وَإِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُونَةِ .[48]

---

[48]) (نهج البلاغة ،ومن كلام له عليه السلام وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه. خطب الإمام علي (ع)، 29/2، دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ فارس میں بذاتِ خود جانا چاہااور امیر سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ دینِ اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور لشکر اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طلوع ہوا جہاں سے طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ راسخ القدم ہیں جو اُس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا، بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔

دینِ اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتۂ مروارِید (موتی) کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کامل مشکل ہے۔ آج کے روز اہلِ عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن شوکتِ اسلام انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا بنو۔ اور آسیائے جنگ کو گروہِ عرب کے ساتھ گردش دو۔ اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر آتشِ جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے تو عرب کے تمام قبائل اطراف واکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائے گی جو تمہارے سامنے (جنگ) موجود ہے۔

دوم یہ کہ اہلِ ایران تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے۔ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے۔ بے شک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریص کر دیں گے اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگارِ عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے اس کی تغییر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ آور کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو کہ ہم گروہ اصحاب نے عہد پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد لشکر لے کر جنگ نہیں کی بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت و معونت ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اور اب صرف اُسی کی نُصرت و امداد کے بھروسہ پر کفّار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ (نیرنگ فصاحت، ص۲۰۱،۲۰۰)

فوائد:

(ا) جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر مکمل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اَسَدُاللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذاتِ خود معرکۂ کارزار میں تشریف نہ لیجائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکرِ اسلام کا قائدِ اعظم سمجھ کر یک بارگی (ایک دم) ٹوٹ پڑیں۔ آپ کو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوب موقعہ ہاتھ آ گیا تھا۔

یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤتا کہ تم وہاں مارے جاؤاور خلافت کی گدّی ہمارے لئے خالی ہو۔آپ کا یہ فرمانا کہ مکان القیم [49] بالامر مکان النظام من الخرز الخ صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتۂ مروارید کی سی ہے۔رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں۔تو اس امر پر ناطِق (مضبوط) فیصلہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔شیر خدا کی نگاہ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات باعثِ بقاءِ اسلام واسلامیان تھی اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے مُتَمَنّی (خواہش مند) تھے۔

(۳) آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہوسکتی ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سچّا خلیفۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔غرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف سے پُر ہے۔پھر حضرات شیعہ کو شرم کرنی چاہیے کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمائیں اس کو تم منافق کہو۔(معاذاللہ)

(۴) اُصول کافی ص ۲۹۶ میں ہے:

عن أبي جعفر (عليه السلام) قال: لما اقدمت بنت يزدجرد على عمر أشرف لها عذارى المدينة وأشرق المسجد بضوئها لما دخلته، فلما نظر إليها عمر غطت وجهها وقالت: اف بيروج باذا هرمز فقال عمر: أتشتمني هذه وهم بها، فقال له أمير المؤمنين (عليه السلام): ليس ذلك لك، خيرها رجلا من المسلمين واحسبها بفيئه، فخيرها فجاءت حتى وضعت يدها على رأس الحسين (عليه السلام) فقال لها أمير المؤمنين: ما اسمك؟ فقالت: جهان شاه، فقال لها أمير المؤمنين (عليه السلام): بل شهربانويه، ثم قال للحسين: يا أبا عبد الله لتلدن لك منها خير أهل الأرض، فولدت علي بن الحسين [50]

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یزدگرد (شاہِ ایران) کی بیٹی (مال غنیمت) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اس کو دیکھنے کے لئے آئیں اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا۔" اف بیروج باذا ہرمز۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔"کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے؟"اوراس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔تو امیر المؤمنین نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیے۔

آپ اس کو اختیار دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے اور اس کو اس کے حصّہ میں سمجھ لیجئے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار دے دیا۔اس نے جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔امیر المؤمنین نے پوچھا۔تمہارا نام کیا ہے؟اُس نے کہا"جہان شاہ۔"امیر المؤمنین نے فرمایا۔نہیں!

---

49) قاموس جلد ۳ ص ۹۲ میں ہے۔قيم الامر المصلح لهٗ والقرآن والنبى والخليفة وقائد الجند۔قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔قرآن،نبی اور خلیفہ اور سالار لشکر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔گویا جناب امیر کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امر (اسلام) کا قیّم فرمانا ان کی خلافت کا اعترافِ صریح ہے۔

50) (شرح أصول الكافي (المازندراني، الملا صالح)، 236/7) دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

بلکہ شہر بانو۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابو عبداللہ ! اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا" چنانچہ زین العابدین (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسبِ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ خلافت میں ہمیشہ باریاب (داخل حاضر) رہتے تھے اور مالِ غنیمت میں، جو فتوحاتِ عمر رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوتا تھا، برابر حصّہ لیتے تھے۔

۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہر بانو) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دی جو تمام سادات کی جدّۂ عُلیا ہے۔

۳) جناب امیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مالِ غنیمت ایک متقی مُتوَرِّع (پرہیزگار) مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات شیعہ پر حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کا عظیم احسان: شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارِ منّت (منت کے بوجھ) سے وہ قیامت تک سُبک دوش (آزاد) نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بکمال ایثار حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہ بخش دیتے۔ نہ زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا نہ ان کی پُشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ معاذاللہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان نہ تھے تو اُن کا بخشا ہوا مالِ غنیمت نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لینا حلال ہوتا تو پھر حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس امر کے جوابدہ شیعہ سادات ہیں کہ جب معاذاللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے۔

ایثار عمر برائے امام حسین علیہ السلام: حضرت شہر بانو شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات تھی کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ترجیح دے کر شہزادی شہر بانوان کو نکاح کر دی گئی۔ وگرنہ اگر اُن کی دِلی منشاء نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کرنا یا امیر رضی اللہ عنہ کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں کہ شیخین نے باوجود مشکل کشا اور خاتون کی منت خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا گرانقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی جس وقت قید ہو کر آئیں تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ جو شہر بانو معہ لباسِ فاخرہ زر نگار و[51] زیورات وجواہرات حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بزعم شیعہ اہلبیت سے عداوت ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔

---

[51] (عمدہ چیز جس پر سونے کا یا سنہرا کام ہو یا جس سے سونے کا رنگ جھلکتا ہو)

غرض حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کا عطیہ تمام بیجا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشکر گزار ہیں کہ باوجود اس قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔

۲) حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۰۳ میں ہے:

"خاصه وعامه روایت کرده اندکه درجنگِ احزاب آنحضرت صلی الله علیه وسلم کند ن خندق را درمیان صحابه به قسمت فرموده که ہر چہل ذراع راده نضر حضر نمایندپس درحصّه سلمان وحذیفه ث زمین بسنگے رسید که کلنگ دراں اثر نمی کردچوں سلمان ص بخدمت آنحضرت صلی الله علیه وسلم عرض کرد از مسجد احزاب زیر آمد وکلنگ را ازیشاں گرفت وسه مرتبه برقے ساطع می شد که جہاں روشن می شد والله اکبر می گفت وصحابه الله اکبر می گفتند پس فرمود که برق اوّل قصریمن رادیدم وخدا آں رابمن داد۔ دوم قصر ہائے شام رادیدم ومُلکِ بادشاہانِ عجم بمن داد۔ پس خدا فرمود : **لیظهره علی الدّین کله ولو کره المشرکون** ط"

ترجمہ: خاص وعام نے روایت کیا ہے کہ جنگ احزاب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اس طرح تقسیم کیا کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں۔ جو زمین حضرت سلمان اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے درمیان تقسیم تھی، اس میں ایک پتھر آ گیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد احزاب سے اُتر آئے اور اُن سے ہتھیار لے کر تین دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصّہ اڑ گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی جس سے جہان روشن ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلّات دیکھ لئے کہ خدا نے وہ ملک مجھے دے دیا۔ دوسرے میں شام کے محلّات نظر آئے وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا۔ تیسرے میں مدائن کے چوبارے دکھائی دیئے اور خدا نے بادشاہانِ عجم کی سلطنت مجھے بخش دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا خواہ کفّار بُرا منائیں۔"

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم ص ۱۰۲ میں بروایت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ درج ہے اور صاحبِ حملہ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

بداں فاقه وضعف سالاردیں ** ستد تیشه ازدست انصاردیں

چوبرداشت فولاد خاراشگاف**درآمد بزنہارازاں کوه قاف

بنام خدائی جہاں آفریں ** بزو تیشه را سیّد المرسلیں

که یک گوشهِ سنگ ازدہم شکست**دراں وقت برقی ازاں سنگ جست

که روشن شدآں دشت صحرا تمام ** برآورد تکبیر خیر الانام

بضرب دوم ضلع دیگرشکست** بداں گونه برقی ازاں بازجست

بفرمود تکبیر بارِ دوم ** بزدپس براں سنگ ضرب سوم

دریں باربہم جست برقی چناں**نبی شدبہ تکبیر رطب اللساں

شدایں باراں سنگ زیروزبر**نماند احتیا جش بضربِ دگر

درآندم بدوگفت سلماں چنیں**کہ ای خاک راہست سپہر بریں

چہ بُدایں وباشد چہ تعبیراں**بہ تکبیر چوں برکشودی زباں

بپا سخ چنیں گُفت خیر البشر**کہ چوں جست برقی نخت ازحجّر

نمُودند ایوان کسریٰ بمن**دوم قصرِروم وسوم ازیمن

سبب راچُنیں گُفت روحِ الامیں** کہ بعد ازمن اعوان و انصارِدیں

بریں مملکت ہا مسلّط شوند ** بہ آئین من اہل آں بگردند

بدیں مُژدہ وشُکرولُطفِ خدا ** بہر بارتکبیر کہ دم ادا

شنیدند آں مُژدہ چُومومناں ** کشیدند تکبیر شادی کناں

ترجمہ: باوجود گرسنگی اور نحافتِ بدن کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب خدا کا نام لے کر پتھر پر تیشہ کی ضرب ماری تو پہاڑ بھی لرز گئے۔ پہلی ضرب سے کچھ حصّہ ٹوٹ پڑا اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیاباں بُقعہ نور ہو گیا۔ تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تکبیر پڑھی۔ دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور ویسے ہی روشنی ہوئی۔ اور پھر تکبیر فرمائی۔ تیسری دفعہ بھی یہی کیفیت ہوئی۔ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا ماجرا تھا؟ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیوں تکبیر فرمائی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ، جب پہلی ضرب سے پتھر سے شعلۂ نُور اُٹھا تو ایوانِ کسریٰ مجھے دکھائے گئے۔ دُوسری ضرب سے محلّات روم۔ تیسری میں یمن نمودار ہوئے۔ اس کا سبب جبرائیل (علیہ السلام) نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے تابعدار جو اس دین کے اعوان و انصار ہوں گے، ان ممالک کو فتح کریں گے اور میری طرح ان میں حکمرانی کریں گے۔ اس بشارت پر میں نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر پڑھی۔ پس مسلمانوں نے جب بشارت سُنی۔ سب نے غُلغُلَۂ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) بلند کیا۔

انتباہ: ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ پیشنگوئی کب کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلم ہے کہ روم، یمن، مدائن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہوئے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے اُلٹ دیئے اور ایوانِ کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے اذان دے کر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذاللہ حسبِ زعم شیعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافق یا کافر تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے فتوحات کی خوشی کیوں کی؟ ان کو دینِ حق کا اعوان وانصار کیوں فرمایا؟ اور اُن کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روزِ روشن کی طرح

واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔اور دین متین کے سچّے مددگار انصار کا لقب عطا فرمایا کہ ؎

بریں مملکت ہا مسلّط شوند ** به آئین من اہل آں بگروند

یعنی، دین حق کے پاسبان واعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلّط ہوں گے اور میری طرح حکمرانی کریں گے۔ان کی فتح میری فتح ہو گی اور ان کی حکومت میری حکومت ہو گی۔کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحبِ بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بیّن شہادت دیکھ کر خیال کرے کہ جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی اُنہوں نے کیسی مدد کی اور کیسے کیسے مادی جبرُوت (طاقت) سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا اور دُنیا کی آبادی میں ظلمتِ کفر کو مٹا کر اُنھوں نے نُورِ اسلام پھیلایا۔

فائدہ: شبلی نے الفارُوق حصّہ دوم میں یورپین مؤرخین کی رائے کے موافق فتوحاتِ فارُوقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے کہ :

مفتوحہ رقبہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکّہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶، مشرق کی جانب ۱۰۲۷، جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔مغرب کی جانب چونکہ صرف جدّہ تک حدِّ حکومت تھی، اس لئے وہ قابل ذکر نہیں۔

مفتوحہ ممالک: اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، عراق عجم، آذربائیجان، فارس کرمان، خراسان اور مکران، جس میں بلوچستان کا کچھ حصّہ آجاتا ہے، شامل تھا۔یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات ہیں اور اس کی تمام مدّت دس ۱۰ برس سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

انتباہ: دُنیائے اسلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا (بہت اچھا) ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ایک ہزار چھتیس ۱۰۳۶ بلاد وامصار (بڑے بڑے شہر) جس میں کفّار کی حکومت اور بتوں کی خدائی مانی جاتی تھی، فتح کر کے ان کو دارالاسلام بنایا اور باشندگان کو کلمۂ توحید پڑھایا۔چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ہزاروں بُت خانے گرائے اور آتشکدے سرد کئے۔حق یہ ہے کہ آنجناب کی کوشش اور عُلوِہمّت (بلند حوصلوں) نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالم تاب (دنیا کو روشن کرنے والے سورج) کی طرح نورِ ایمان پھیلایا اور صحرائے ضلالت میں مشعلِ ہدایت جلا کر تاریکی کُفر مٹا دیا۔آپ کی صولتِ فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بیشمار مالِ غنیمت حاصل کیا۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کی ہے خلافت آپ نے کس دھوم دھام سے — ایران سے خراج لیا اور شام سے

شوکت بھی فخر کرتی ہے حضرت کے نام سے — گر شُبہ ہے تو پوچھ لو ہر خاص وعام سے

تہران اور عراق میں سکّہ بٹھا دیا — گبروں کا نام ملکِ عجم سے مٹا دیا

۷)حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۴۸ میں ہے:

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذرا عمائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پرموبود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو کہ دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست خود کردہ باشی پس چوں در زمان عمر فتح مدائن کردند۔ عمر اور اطلبید دوست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست اُو کرد۔

ترجمہ: ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے، اور فرمایا، سراقہ! تمہاری اس روز کیا حالت ہو گی جب شاہِ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے؟ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو، آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہِ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنادیئے۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جن کو قیامت تک کے واقعات کا علمِ غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہے۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر ایسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو نئے نئے طریق سے بشارت سُنا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان پر مُتَنَبِّہ(خبردار) فرماتے تھے۔

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں کافر و منافق ہوتے تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا۔ اور اس جہاد کا مالِ غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا۔ تو کیا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سراقہ کو مال حرام و(مغصوب) کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دینا چاہیے تھا۔

نکاح عمر بہ اُم کلثوم رضی اللّٰہ عنہا: یہ امر مسلم الطرفین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دُخترِ نیک اختر حضرت حفصہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سُسر تھے۔ تو معاذ اللہ آپ رضی اللہ عنہ منافق و کافر ہوتے تو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر سے شادی کرنے کے مجاز نہ ہوتے۔ جب آپ کو صریح حکم تھا **لا تنکحو المشرکاۃ** (مشرک عورتوں سے مت نکاح کرو) لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبِ فضیلت و شریعت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ سے رشتہ قَرابَت (نزدیکی رشتہ) اختیار فرمایا۔ بھائیو! انصاف کرو خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں وہ گویا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بُرا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہو گا؟ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب آپ کے اعزّہ و اقارب کی گستاخی کر کے وہ اپنے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا مُنہ دکھائیں گے؟

دلائل نکاحِ عمر بہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللّٰہ عنہا: شیعہ اس نکاح کے منکر ہیں۔ فقیر چند حوالے ان کی کتب سے لکھتا ہے۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کمال محبت و پیار تھا اور اُن کے نزدیک ان کی شرافت و نجابت مسلم تھی،

یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے کر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے تو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ ام کلثوم کا کیوں ایک کافر و منافق سے نکاح کر دیا؟

(۱)عن زرارة، عن أبي عبد الله (عليه السلام) في تزويج أم كلثوم فقال: إن ذلك فرج غصبناه۔[52]

(فروع کافی، ج۲ص ۱۴۱۔ باب تزویج ام کلثوم)

ترجمہ: زرارہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے در بارۂ نکاح اُم کلثوم دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔

(۲)عن هشام بن سالم، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: لما خطب إليه قال له أمير المؤمنين: إنها صبية قال: فلقي العباس فقال له: مالي أبي بأس؟ قال: وما ذاك؟ قال: خطبت إلى ابن أخيك فردني أما والله لأعورن زمزم [4] ولا أدع لكم مكرمة إلا هدمتها و لأقيمن عليه شاهدين بأنه سرق ولأقطعن يمينه فأتاه العباس فأخبره وسأله أن يجعل الامر إليه فجعله إليه۔[53] (فروع کافی)

ترجمہ: ہشام بن سالم نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ جب امیر سے اُم کلثوم کا ناطہ طلب کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا پھر وہ عباس کو ملے اور کہا۔ کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا بات ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے ناطہ تمہارے بھتیجے علی (رضی اللہ عنہ) کے مانگا ہے۔ اس نے انکار کر دیا۔ میں زم زم کو لوٹاؤں گا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹادوں گا اور علی (رضی اللہ عنہ) پر دو گواہ سرقہ کرنے کے گزار کر اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ حضرت عباس، حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ (رشتہ) کا مجھے وکیل بنادو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی اور نکاح ہو گیا۔

ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا لیکن پہلی روایت میں نہایت مکروہ لفظ (فَرج) استعمال کر کے کہا گیا ہے کہ اُمّ کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہو گئے کہ ان کو دھمکی دی گئی کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اِتہّام (الزام) لگا کر قَطعِ ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا دی جائیگی۔ سوا اہلِ بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب فاتح خیبر حیدر کرار (رضی اللہ عنہ) سے ان کی صغیرۃ السِنّ (کم عمر) لڑکی جبراً چھین لی جائے یا ان کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کر لیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمین شخص جولاہا، بھنگی بھی نہیں کرے گا کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالہ کر دے یا بخوف سزا بدنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضامندی خود لڑکی دے دے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دے دینا گوارا کر لیتا ہے لیکن یہ ذلّت کبھی گوارا نہیں

[52] (الفروع من الكافي (الشيخ الكليني)، جلد: 5، صفحه: 346، دار الكتب الاسلامية تيراژ: 2000 نوبت چاپ: سوم تاريخ انتشار: بهار 1367)

[53] (الفروع من الكافي (الشيخ الكليني)، جلد: 5، صفحه: 346، دار الكتب الاسلامية تيراژ: 2000 نوبت چاپ: سوم تاريخ انتشار: بهار 1367)

کرتا کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسِن لڑکی جبراً چھین لے۔ ہر ایک دانشمند شخص قیاس کر سکتا ہے کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذِلّت کبھی قبول کر سکتا ہے؟

اس کے متعلق مزید تحقیق وتفصیل فقیر کے رسالہ "**قطف الثمر فی نکاح ام کلثوم بہ عمر**" دیکھئے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت: حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں ہے جن کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جس دن سے وہ مسلمان ہوئے دینِ الٰہی کی شوکت وعزت بڑھ گئی اور اپنے عہدِ خلافت میں تو وہ کام کئے جن کی نظیر چشمِ فلک نے نہیں دیکھی اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہو گیا۔

مختصر حال آپ کی شہادت کا یہ ہے کہ جب آپ اپنے آخری حج سے واپس ہوئے تو وادیٔ محصب میں اپنی چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے تھے۔ چاند کی طرف جو نظر کی تو اس کی روشنی اور اس کی تَنویر (چمک) آپ کو اچھی معلوم ہوئی۔ فرمایا کہ دیکھو ابتدا میں یہ کمزور تھا۔ پھر بڑھتے بڑھتے یہ پورا ہوا اور پھر گھٹنا شروع ہو گا۔ یہی حال دنیا میں تمام چیزوں کا ہے۔ پھر دعا مانگی کہ "اے اللہ! میری رعیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور میں اب کمزور ہو گیا، خداوند تعالیٰ! قبل اس کے کہ مجھ سے فرائضِ خلافت میں کچھ قصور ہو مجھے دنیا سے اُٹھا لے۔"[54]

خواب: اس کے بعد مدینہ میں پہنچ کر آپ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ رضی اللہ عنہ کے شکمِ مبارک پر تین چونچیں ماریں۔ آپ نے لوگوں سے یہ خواب بیان کیا اور فرمایا کہ اب میری موت قریب ہے۔[55]

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز اپنے معمول کے مطابق بہت سویرے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے، اس وقت ایک درّہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والوں کو اپنے درّے سے جگاتے تھے۔ مسجد پہنچ کر نمازیوں کو صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد نماز شروع فرماتے تھے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ اس روز بھی آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ نماز جیسے ہی آپ نے شروع کی تھی صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر، ابولولو جو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ اور ایک زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کے شکمِ مبارک میں تین زَخمِ کاری (ایسا گھاؤ جس سے ہلاکت کا خطرہ ہو، گہرے گھاؤ) اس خنجر کے لگائے۔ آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بجائے آپ کے امامت کی اور مختصر نماز پڑھا کر سلام پھیرا۔

[54] (موطا مالك، كِتَابُ الْحُدُودِ، باب ماجاء فی الرجم، 824/2، الحدیث 10، دار إحياء التراث العربي، بيروت–لبنان، عام النشر: 1406ھ 1985م)

[55] (طبقات الکبری، الباب ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ، 255/3، دار الکتب العلمیة–بیروت، الطبعة: الأولی، 1410ھ 1990م)

ابولولو نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے، مگر نمازیوں کی صفیں مثلِ دیوار کے حائل تھیں ان سے نکل جانا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا اس نے اور صحابیوں کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا۔ تیرہ صحابی زخمی ہوئے جن میں سات جاں بر نہ ہو سکے۔ اتنے میں نماز ختم ہو گئی اور ابولولو پکڑ لیا گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے آپ کو بھی مار لیا۔

اتنا بڑا عظیم واقعہ ہوا مگر کسی مسلمان نے نماز نہیں توڑی۔ نماز پورے اطمینان کے ساتھ ختم کی گئی۔ نماز کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لوگ اُٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا اور آپ نے نمازِ فجر اسی حالت میں پڑھی۔

سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ میرا قاتل کون ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، ابولولو مجوسی کافر۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر ایسی بلند آواز سے کہی کہ باہر تک آواز گئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک کافر کے ہاتھ سے مجھے شہادت ہوئی۔[56]

یہ ابولولو ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ شکایت لے کر گیا تھا کہ میرے مالک نے مجھ پر محصول زیادہ باندھا ہے۔ آپ اس میں کمی کرا دیجئے۔ آپ نے محصول کی تعداد دریافت کی اور پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے۔ اس نے کہا میں چکی بناتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کام کا کرنے والا عرب میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے، لہٰذا یہ محصول کام کے لحاظ سے زائد نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک چکی ہمارے لئے بھی بنا دے اس نے کہا بہت اچھا، آپ کے لئے ایک ایسی عمدہ چکی بنادوں گا کہ تمام دنیا میں اس کی شہرت ہو گی۔ آپ نے فرمایا دیکھو یہ غلام مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ کسی نے کہا: اے امیر المومنین! آپ حکم دیں تو ابھی اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کیا جرم سے پہلے سزا دی جائے؟ اسی وقت سے ابولولو نے ایک خنجر بنایا۔ اور اس کو زہر میں بجھانا شروع کیا اور اسی فکر میں رہا۔[57]

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس حادثہ کی خبر نے تمام مدینہ میں کہرام برپا کر دیا۔ تمام مہاجرین و انصار آپ رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لئے ہوئے بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کاش! ہماری عمریں آپ کو دی جائیں اور آپ ابھی اسلام کی خدمت کے لئے قائم رہیں۔[58]

دوا و علاج کی بھی کوشش کی گئی، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی توقع نہیں ہے۔ اس وقت سب کی عجیب حالت تھی۔ سب نے رو کر آپ سے کہا کہ امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے کتاب اللہ کی پیروی کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔[59]

---

[56] (طبقات الكبرى، الباب ذكر استخلاف عمر رضى الله عنه،257/3،دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، 1410 هـ 1990 م)

[57] (تاريخ مدينه دمشق، الباب عمر بن الخطاب رضى الله عنه،411/44،دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع)

[58] (طبقات الكبرى، الباب ذكر استخلاف عمر رضى الله عنه،265/3،دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة: الأولى، 1410 هـ 1990 م)

[59] (الرياض النضرة،الباب الثاني: في مناقب أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه فصل الحادى عشر: فى ذكر مقتله ومايتعلق،407/2،دار الكتب العلمية)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام نماز بنادیا اور فرمایا میرے تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔[60]

پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام عرض کرو کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے صاحبین کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ اگر اس میں کچھ تکلیف یا نقصان آپ کو ہو تو پھر جنت البقیع میرے لئے بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گئے اور اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کو یہ پیغام پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، مگر میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جس وقت یہ خوش خبری حضرت عبداللہ بن عمر نے آپ کو پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی وہ بھی اُس نے پوری کردی۔[61]

اس کے بعد پھر نزاع کی حالت شروع ہوگئی اسی حالت میں ایک جوان آپ کے پاس آیا جس کی اِزار (پاجامہ) ٹخنوں سے نیچی تھی۔ آپ نے فرمایا، اے بھتیجے ازار ٹخنوں سے اونچی رکھا کرو۔ اس میں کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا (عزوجل) کی اطاعت بھی ہے۔[62]

جب آپ کا جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے یہی خیال تھا کہ آپ دونوں کا مدفن بھی رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ میں سنا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ہر بات میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ دونوں کا ذکر کیا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا مانگا کرتا تھا، یااللہ جیسا نامۂ اعمال عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا ہے، میرا نامۂ اعمال بھی ایسا ہی ہو۔

۲۷ ذی الحجہ کو بروز چہار شنبہ کو زخمی ہوئے تھے اور پانچویں دن یکم محرم کو بروز یک شنبہ بعمر تریسٹھ سال رحلت فرمائی۔[63] (رضی اللہ تعالٰی عنہٗ وارضاہ)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[64] اور خاص روضۂ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ اس روضۂ مقدسہ کے اندر صرف تین قبریں ہیں۔ ایک رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی، دوسری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی اور تیسری حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اپنے آقائے نامدار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے شانۂ اقدس کے برابر ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پائتی کی جانب ہے۔

---

60) (تاریخ دمشق، الباب صهیب بن سنان رضی الله عنه، 243/44، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع)

61) (طبقات الکبری، الباب ذکر استخلاف عمر رضی الله عنه، 257/3، دار الکتب العلمیة – بیروت، الطبعة: الأولی، 1410 هـ 1990 م)

62) (الریاض النضرة، الباب الثاني: في مناقب أمیر المؤمنین أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه فصل الحادی عشر: فی ذکر مقتله ومایتعلق، 409/2، دار الکتب العلمیة)

63) (العبر في خبر من غبر، باب سنة خمس وعشرین، 20/1، دار الکتب العلمیة بیروت)

64) (الریاض النضرة، الباب الثاني: في مناقب أمیر المؤمنین أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه فصل الحادی عشر: فی ذکر مقتله ومایتعلق، 418/2، دار الکتب العلمیة)

حدیث قرطاس کا جواب: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جتنی بڑی شخصیت ہیں اتنا ہی آپ کے ساتھ بغض رکھنے والے زیادہ ہیں ان میں شیعہ گروہ سَرِفہرِست (سب سے پہلے) ہے۔ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر متعدد اعتراضات ہیں منجملہ ان کے حدیث قرطاس بھی ہے۔ فقیر وہ حدیث لکھ کر اس کے جوابات عرض کرے گا۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «هلموا أكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده»، فقال بعضهم: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غلبه الوجع، وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف أهل البيت واختصموا، فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده، ومنهم من يقول غير ذلك، فلما أكثروا اللغو والاختلاف، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «قوموا»[65]۔

(بخاری شریف)

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات قریب ہوئی آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں اس کے بعد تم ہر گز گمراہ نہ ہوگے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ جو اللہ کی کتاب ہے اور ہمیں کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ کوئی کہتا تھا کہ قلم دوات کاغذ لاؤ تاکہ آپ وہ بات لکھوادیں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو، اور بعض اس کے خلاف کہتے تھے۔ پس جب شور زیادہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس باہم جھگڑنا نہیں چاہیے۔

اب بندہ اس اعتراض کو صرف چار جوابوں سے دفع کرے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:

جواب (۱): مندرجہ بالا حدیث جس سے وہ (مخالفین) اعتراض کرتے ہیں۔ اگر غور کریں تو وہی حدیث مخالفین کا ہی الٹا رَدّ کر رہی ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا کہ قلم دوات لاؤ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ **حسبنا کتاب اللّٰہ**۔ بالکل صریح جھوٹ ہے۔

کیونکہ حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام تک نہیں۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے۔ **قال بعضهم** یعنی بعض نے کہا کیا معلوم وہ بعض کون ہیں۔ حضرت علی ہیں یا حضرت ابن عباس یا حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہم)۔ کوئی پتہ نہیں کہ وہ بعض کون ہیں۔ خود ہی مخالفین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام گھڑ لیا۔ کہاں ہے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔

جواب (۲): حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں فی بیت رجال کے الفاظ آتے ہیں۔ ان سب کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمع کا صیغہ لاکر فرمایا: **هلموا۔ هلموا** سے مراد تمام لوگ ہیں۔ کیونکہ

---

[65] (صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، 9/6، الحديث 4432، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ھ)

صیغہ جمع کا ہے۔فقط واحد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قلم دوات لانے کا حکم نہیں تھا۔بلکہ جیسا حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھا۔ویسا ہی حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قلم دوات نہ لائے ویسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قلم دوات نہ لائے۔شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلم دوات نہ لانے سے جو فتویٰ ان پر لگاتے ہیں(معاذاللہ)وہی فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی لگے گا(معاذاللہ)۔

جواب(۳):اگر فرض کرو دومنٹ کے لئے مان بھی لیا جائے کہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حکم تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادباً بوَجہ(ادب کے سبب سے)غلبۂ بیماری(بیماری کی شدّت)ہونے کے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو لکھوانے کی تکلیف دینی مناسب خیال نہ کی۔یہ بات تو ان کی ایمانی جذبہ پر دال(حُجت،دلیل)ہے۔

جواب(۴):اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قلم دوات نہ لانا اس لئے کفر وفسق کی دلیل ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کی(ادبا)تو پھر سوچو کہ صلح حدیبیہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی نافرمانی(ادبا)کی یعنی قولاً وفعلاً انکار کر دیا تھا جب کہ صلح حدیبیہ کا عہد نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا اور اس میں محمد رسول اللہ(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)لکھ دیا تھا اور کافروں نے اعتراض کیا کہ ہم آپ کو رسول مانتے تو پھر جھگڑا کیا۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا"امح رسول الله"رسول اللہ مٹادے۔علی نے کہا"لا والله لا أمحوك أبدا" خدا کی قسم میں نہیں مٹاؤں گا۔پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ہی اپنا اسم گرامی مٹایا اور"محمد بن عبداللہ(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)"لکھا۔[66]

فوائد عجیبہ:اگرچہ اس موضوع سے ان فوائد کو تعلق نہیں لیکن چونکہ ایمان افروز ہیں اسی لئے جی چاہتا ہے یہاں عرض کر دوں۔

۱)رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مٹانے کا مرض کافروں کو تھا اور اس دور میں اس بیماری کے مریض سوچ لیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک مساجد وغیرہ سے مٹا کر کن لوگوں کی وراثت سنبھال رہے ہیں۔

۲)رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک کو نہ مٹانے کا ادب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہر فرمایا جن لوگوں کو ایسا ادب نصیب ہے ان کو مبارک۔

۳)حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بطور معجزہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے تبھی تو محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ خود لکھا۔

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم)

اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "پڑھا لکھا اُمی"۔

---

[66] (صحيح البخاري، كتاب الجزية، باب كيف يكتب بذا،184/3،الحديث 2699 ،دار طوق النجاة،الطبعة:الأولى،1422ھ)

ماھوجوابکم فھوجوابنا: شیعہ کا صلح حدیبیہ کاایک جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توحُبِّ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی نہ مٹایا تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حُبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے قلم دوات رَدّ کی کہ کہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیماری کی حالت میں تکلیف نہ ہو۔

ایک اورنظیر: ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قِبطی (مصر کے باشندے) کو مارنے کا حکم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبطی کو نہیں مارا یہ بھی نافرمانی میں شامل ہو سکتا ہے، اس کا جواب شیعہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبطی کو نہ مارنا خلاف حکم رسول نہیں بلکہ اپنا قیاس (عمل) قرائن (قاعدے) سے کیا۔[67] (تفسیر صافی سورۂ نور تحت، آیت انک)

یہی ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قلم دوات کو اس قیاس سے روکا کہ یہ حکم برائے امتحان ہے چنانچہ اس امتحان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمبر اوّل آئے۔

دیکھئے تفصیل فقیر کا رسالہ "القسطاس فی حدیث القرطاس"۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۱ جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ

☆☆☆☆☆

---

[67] (التفسير الصافي للفيض الكاشاني، النور: 11. 424/3، الناشر: مكتبة الصدر – بطهران، شهر رمضان 1416 قمرية 1374 شمسية)

(صحيح المسلم ,كتاب التوبة, باب براءة حرم النبي ﷺ۔ الخ .2139/4,الحديث: 2771, دار إحياء التراث العربي بيروت)